۴) میں ذوالقرنین ہوں' میں عالم ماکان وما یکون ہوں' میں منشئ السحاب
ہوں' میں مطر الانہار ہوں' میں قیوم السماء ہوں۔ (ص ۱۴۲ و ۱۴۳)

یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے ناظرین بطور خود اِس کتاب کا مطالعہ کر لیں۔

نوربخشی سلسلہ

اس سلسلے کا تذکرہ پروفیسر محب الحسن نے اپنی تالیف ''کشمیر زیر نگیں سلاطین'' (صفحات ۲۸۳ تا ۲۸۷) میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''نوربخشیہ فرقے کا بانی سید محمد عبداللہ تھا جو ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء میں قائین (کوہستان) میں پیدا ہوا تھا۔ جوانی میں خواجہ اسحاق ختلانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خواجہ صاحب امیر کبیر سیّد علی ہمدانی کے خلیفہ تھے۔ خواجہ اسحاق نے سیّد محمد کو نوربخش کا لقب عطا کیا۔ نوربخش نے دعویٰ کیا کہ مجھے امام جعفر صادقؒ سے روحانی فیض حاصل ہوا ہے۔ اس کی تعلیمات میں شیعہ عقائد کا رنگ نمایاں ہے۔ اس سلسلے کے افراد خلفائے ثلاثہؓ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ لیکن نوربخش نے امام مہدی المنتظر ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا' اس لئے شیعہ بھی اسے ناپسند کرتے تھے۔
>
> کشمیر میں اس سلسلے کو شمس الدین نے شائع کیا۔ یہ شخص اپنے وطن شولقان (ایران) سے چل کر پہلے ملتان آیا' پھر ۱۵۰۲ء میں کشمیر پہنچا۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد بلتستان میں نوربخشی عقائد کی تبلیغ کی' پھر کشمیر واپس آیا اور کشمیر کے چک حکمران خاندان کو شیعہ مسلک کا پیرو بنایا۔''

ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرامطہ نے تصوف کے لباس میں اپنے مسلک کی تبلیغ کی اور تصوف میں ایسے عقائد داخل کر دیئے جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

جیسا کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں' قرامطہ نے ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا کہ ''جیسا دیس ویسا بھیس''۔ چنانچہ جب ان کے دعاۃ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ہندو صوفیوں اور جوگیوں اور پیروں کے طور طریقے اختیار کئے اور ہندوؤں میں حضرت علیؓ

کو وشنو کے دسویں اوتار کے روپ میں پیش کیا۔ عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ناموں سے پہلے "پیر" کے لقب کا اضافہ کیا۔

پیر صدر الدین نے گجرات میں اور پیر شمس الدین نے ملتان میں تصوف کے پردے میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی۔ اس بات کی تصدیق ڈاکٹر جے این ہالسٹر کی تالیف "شیعان ہند" سے بھی بخوبی ہو سکتی ہے۔ مصنف مذکور لکھتا ہے:

"اگرچہ صوفیوں اور شیعوں میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے مگر اسماعیلیہ فرقے نے اس اختلاف کو بہت کم کر دیا۔ چنانچہ اسمٰعیلی پیروں نے صوفیہ کے طریقے اختیار کر لئے۔" (ص ۲۸)

"فتح شاہ کے عہد حکومت میں ۱۴۹۶ء میں شمس الدین اسمٰعیلی داعی کشمیر میں آیا اور اس کے ساتھ چک قبیلے کے افراد بھی واپس آ گئے جن کو فتنہ انگیزی کی پاداش میں ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ ابتداء میں آفتاب پرست تھے اور روشنائیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بادشاہ نے شمس الدین کو تبلیغ کی اجازت دی اور اس نے چک قبیلے کے افراد کو نوربخشی سلسلے میں داخل کر لیا۔" (ص ۱۴۶)

"نوربخشی سلسلے کے عقائد احوطہ نامی کتاب میں مندرج ہیں جو کفر اور الحاد کا مرکب ہیں۔ نہ وہ عقائد شیعوں کے ہیں نہ سنیوں کے۔ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں، اس لئے سنّی نہیں ہو سکتے اور نوربخش کو مہدی موعود یقین کرتے ہیں، اس لئے شیعہ نہیں ہو سکتے۔" (ص ۱۴۷)

قرامطہ کا یہی طریق کار تھا کہ جس طرح ہو سکے خصوصاً تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے اندر الحاد اور بے دینی کی اشاعت کی جائے، اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہو گئے، یعنی انہوں نے تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے دلوں میں غیر اسلامی عقائد جاگزیں کر دیئے۔ مؤلف مذکور اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۳ پر لکھتا ہے:

"اسمٰعیلی سیدون کا ایک قافلہ قاہرہ سے چل کر سبزوار آیا۔ پیر شمس الدین (۱۳) سبزواری یہیں سے ملتان آیا تھا اور اس نے صوفیوں کے لباس میں اسمٰعیلیہ

۱۳) یہ دوسرا پیر شمس الدین ہے۔ پہلا پیر شمس الدین نوربخشی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا مزار ملتان میں ہے۔

کی تبلیغ کی۔ بعض لوگوں نے شمس الدین سبزواری کو غلطی سے شمس تبریز سمجھ لیا ہے جو جلال الدین رومی کا مرشد تھا۔ پیر شمس الدین (۱۴) جو اسمٰعیلیہ نزاریہ فرقے کا داعی تھا، ۱۲۹۶ء میں کشمیر آیا اور تقیہ کر کے اپنے آپ کو یہاں کے باشندوں کے رنگ میں رنگین کر لیا۔ چنانچہ ایک دن جبکہ ہندو دسہرے کی خوشی میں گربا رقص کر رہے تھے، پیر صاحب بھی اس رقص میں شریک ہو گئے اور ۲۸ ''گربا'' گیت تصنیف فرمائے۔ رفتہ رفتہ ہندوؤں سے مانوس ہو گئے اور انہوں نے بہت سے ہندوؤں کو امام الزماں حضرت قاسم شاہ نزاری کا پیرو بنا دیا۔'' (ص ۳۵۳)

''کشمیر سے پیر شمس الدین اُچ میں آیا جو ملتان سے اسی میل دُور ہے۔ روایت ہے کہ یہاں اس نے ایک امیر آدمی کے مردہ بیٹے کو زندہ کر دیا جس کی وجہ سے عوام میں اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اس نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور اس کے مرید شمسی کہلاتے ہیں۔ اس نے ۷۵۷ھ/۱۳۵۷ء میں وفات پائی۔'' (ص ۳۵۵)

''پیر صدرالدین اسمٰعیلی نزاری فرقے کا داعی بھی پیروں کے لباس میں ہندوستان آیا تھا۔ اس نے ۱۴۳۰ء میں تبلیغ کا آغاز کیا اور قرامطہ کے اصول تبلیغ کے مطابق اس نے اپنا ہندوانی نام سہدیو رکھا اور پنجاب کے لوہانہ راجپوتوں کو اپنے مذہب میں داخل کیا۔ اس نے کہا کہ وشنو کا دسواں اوتار حضرت علیؓ کی صورت میں ظاہر ہو چکا ہے، اس کے پیرو صوفیوں کی زبان میں محمد ﷺ اور علیؓ کی تعریف میں بھجن گایا کرتے تھے۔ اس نے اپنے مریدوں کیلئے دشم اوتار نامی کتاب لکھی، جو آج بھی اسمٰعیلی نزاری خوجوں کی نہایت مقدس مذہبی کتاب ہے۔ (۱۵) پیر صدرالدین نے اُچ میں وفات پائی۔ اس کے مزار پر ہر سال عرس منعقد ہوتا ہے جو ترنڈا گورتج میں واقع ہے۔ یہ قصبہ اُچ سے ۱۵ میل کے فاصلے پر ریاست بہاولپور میں واقع ہے۔'' (ص ۳۵۶، ۳۵۷)

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرامطہ نے صوفیوں اور پیروں کے

---

۱۴) یہ تیسرا پیر شمس الدین ہے، جس کا مزار اُچ میں ہے۔

۱۵) جیسے مسلمانوں کی نگاہ میں قرآن مجید!

لباس میں غیر اسلامی عقائد کی تبلیغ کی اور اس طرح غیر اسلامی تصوف عالم وجود میں آ گیا' جس میں تمام غیر اسلامی عقائد مثلاً تثلیث' تجسم' کفارہ' حلول' الوہیت علیؓ ' رجعت' بدا' اتحاد' تناسخ ارواح اور قدامت مادہ وغیرہ داخل ہیں۔ عوام بے چارے یہ سمجھے کہ یہ یہی اصلی تصوف ہے جو قرامطہ صوفیوں کے لباس میں پیش کر رہے ہیں۔ انا للہ!

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایک طرف قرامطہ نے صوفیوں کے لباس میں مسلمانوں کو غیر اسلامی تصوف سے مانوس کر دیا دوسری طرف مسلمان صوفیوں کی تصانیف میں نہایت چابک دستی کے ساتھ اپنے عقائد داخل کر دیئے۔ عربی میں اس کو تدسیس کہتے ہیں۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر (صفحہ ۷) میں لکھا ہے کہ:

> ''باطنیہ' ملاحدہ اور زنادقہ نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ پھر امام غزالی کی تصانیف میں اپنی طرف سے تدسیس کی۔ نیز اس فرقۂ باطنیہ نے ایک کتاب جس میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی تھی' میری زندگی میں میری طرف منسوب کر دی اور میری انتہائی کوشش کے باوجود یہ کتاب تین سال تک متداول رہی۔''

اس اقتباس سے ناظرین اس فرقہ کی دلیری' عیاری اور معاندانہ سرگرمیوں کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر استقصاء کیا جائے تو اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے' مگر میں چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں:

ا) اس فرقے نے بہت سی روایات وضع کر کے مسلمانوں میں شائع کر دیں۔ اس فرقے کے صوفیوں نے اپنی مجلسوں میں ان وضعی روایات کو مسلسل بیان کیا اور سامعین نے ان مقدس حضرات پر اعتماد کر کے انہیں قبول کر لیا۔ مثلاً: ''بیکتاشی سلسلے میں یہ روایت بہت مقبول ہے کہ جب جنگ احد میں آنحضرت ﷺ زخمی ہو گئے اور جسم سے خون بہنے لگا تو جبریل نے آ کر آپؐ سے کہا کہ ''نَادِ عَلِیًّا '' والی دعا پڑھو' یعنی علیؓ کو پکارو۔ جب آپ نے یہ دعا پڑھی تو علیؓ فوراً آپ کی مدد کیلئے آئے اور کفار کو قتل کر کے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچا لیا۔''

(دیکھو درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ' مصنفہ ڈاکٹر برج' ص ۱۳۸' مطبوعہ ہارٹ فرڈ' یو ایس اے ۱۹۳۷ء)

اربابِ علم جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ احد میں اس قسم کی کوئی دعا نہیں پڑھی۔ یہ دعا تاریخ یا سیرت یا مغازی کی کسی مستند کتاب میں مرقوم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جب جنگ اُحد میں حضرت علیؓ از اول تا آخر حضور انور ﷺ کے ساتھ رہے تو انہیں پکارنے کی ضرورت کیسے پیش آ سکتی تھی؟

یہی روایت اہل سنّت کی کتابوں میں راہ پا گئی' کیونکہ عقیدت میں غلو انسان کو تحقیق اور درایت دونوں سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ سیّد مظفر علی شاہ صاحب چشتی اپنی تالیف موسومہ جواہر غیبی' مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۷ء میں صفحہ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں:

''درغزوۂ تبوک چوں لشکر اسلام شکستہ شد حضرت سیّد عالم صلعم درمیان کشتگان پنہاں شدند جبریل ایں کلمات آوردند:

ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بنبوتک یا محمد وبولایتک یا علی یا علی یا علی''(۱۶)

اللہ مصنف مرحوم کی علمی اور تاریخی لغزشوں کو معاف فرمائے! انہوں نے اس روایت کو زیب کتاب بناتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ غزوۂ تبوک میں تو سرے سے قتال ہی نہیں ہوا' اور اسی لئے مؤرخین اسے غزوہ نہیں کہتے۔ دراصل یہ وہی روایت ہے جو بیکتاشی سلسلے کے صوفیوں میں متداول ہے اور انہی کی کتابوں سے سیّد صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کر لی ہے۔ خدا معلوم جنگ اُحد کے بجائے انہوں نے ''غزوۂ تبوک'' کہاں سے نقل کر لیا اور کیسے لکھ دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیرۃ النبی ﷺ یا تاریخ اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا تھا۔

مجھے اس روایت کو نقل کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ قرامطہ نے جو نظام عقائد مدون کیا تھا وہ قرآن کی ضد ہے۔ چنانچہ اس روایت سے ان کا مقصد قرآن کی اس آیت کی تردید تھا۔

---

۱۶) (اے محمدؐ) علی کو پکار جو عجائبات کا ظاہر کرنے والا ہے تو اسے مصیبتوں میں اپنا معین پائے گا۔ تمام پریشانیاں اور غم تیری نبوت اور علی کی ولایت کے وسیلے سے عنقریب دور ہو جائیں گے۔ (اس دعا کا پڑھنے والا اگر علیؓ کو محمد ﷺ سے افضل سمجھ لے تو اس کا کیا قصور ہے۔)

﴿وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ﴾ (یونس : ۱۰۷)
''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس مصیبت کو دُور کرنے والا نہیں ہے۔''

قرآن کی رو سے اللہ کے علاوہ کوئی شخص دست گیر یا مشکل کشا یا حاجت روا یا کارساز نہیں ہے۔ چونکہ قرامطہ براہِ راست مسلمانوں کو شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے تھے اس لئے انہوں نے صوفیوں کا روپ دھارا اور اپنے ظاہری تقدس، وضع قطع، لباس، گفتگو اور طرزِ عمل سے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور یہ مشرکانہ تعلیم بآسانی ان کی محبوب شخصیت کے نام کے پردے میں، ان کے دماغوں میں جاگزیں کر دی۔ اور داد طلب امر یہ ہے کہ یہ کام ایسی عمدگی سے انجام دیا کہ عوام دھوکہ کھا گئے اور مرورِ ایام سے یہ روایات مسلمان صوفیوں کے صوفیانہ لٹریچر کا جزو لاینفک بن گئیں اور اب ان روایات کو صوفیانہ لٹریچر سے خارج کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔

اسلامی تصوف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صوفی کو سب سے پہلے یہ تلقین کی جاتی ہے کہ:

(ا) اللہ کے سوا کسی شخص میں خواہ وہ نبی ہو یا رسول، غوث ہو یا قطب، کوئی قدرت نہیں ہے۔

(ب) غیر اللہ سے استمداد درکنار، اس کی طرف متوجہ ہونا بھی سالک کے لئے مضر ہے۔ ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ اسی کو تبتل کہتے ہیں۔

(ج) مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ جب تک اللہ قوت عطا نہ کرے کسی شخص میں فعل کی کوئی قوت پیدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سرآمد موحدین رئیس المتقین حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی ؒ اپنی تصنیف فتوح الغیب میں مقالۂ سوم میں فرماتے ہیں:

لَافَاعِلَ فِی الْحَقِیْقَۃِ اِلَّا اللّٰہُ
یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کوئی فاعل نہیں ہے۔

سارا قرآن از اوّل تا آخر اس حکم سے معمور ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو۔ صرف

دو تین آیتیں درج کرتا ہوں۔

﴿وَلا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکَ وَلا یَضُرُّکَ﴾ (یونس: ۱۰۶)

''اور اللہ کو چھوڑ کر کسی کو مت پکار' کیونکہ من دون اللہ جو بھی ہے (خواہ رسول ہو یا ولی) وہ نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان''۔

﴿وَلا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ﴾ (القصص: ۸۸)

''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکار! (کیونکہ) اللہ کے سوا (اس کائنات میں) دوسرا الٰہ (نافع یا ضار) موجود ہی نہیں ہے''۔

﴿فَلا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ﴾ (الشعراء: ۲۱۳)

''پس اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکار۔ اگر ایسا کرے گا تو بلاشبہ تو عذاب پانے والوں میں سے ہو جائے گا''۔

قرامطہ کا مقصد مسلمانوں کو توحید سے منحرف کر کے مشرکین کی صف میں داخل کرنا تھا۔ اسی لئے ان کے روحانی اور دینی پیشوا عبداللہ بن سباء نے حضرت علیؓ کو خدا بنایا۔ اور اگرچہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کرا دیا مگر وہ مرتے مرتے شرک کا بیج اسلام کی زمین میں بو گیا۔ قرامطہ اسی بیج کا درخت تھے جس کے اثمارِ تلخ سے ہم چودھویں صدی میں ''مستفید'' ہو رہے ہیں۔

اسلام کی امتیازی صفت یہ تھی کہ یہ دین انسان پرستی کی لعنت سے پاک تھا۔ عبداللہ بن سباء اور اس کے جانشینوں القداح اور حمدون قرمط نے انتہائی چابک دستی کے ساتھ اسلام کو اسی امتیازی صفت سے محروم کر دیا۔ ہندوؤں کے یہاں رام اور کرشن خدا کے اوتار ہیں' قرامطہ کے یہاں اسماعیل اور علیؓ خدا کے اوتار ہیں۔ وہ بوقت مصیبت رام کو پکارتے ہیں اور یہ بوقت مصیبت علیؓ کو پکارتے ہیں۔ خدا وہاں بھی معطل ہے' یہاں بھی۔ انہی قرامطہ کی تقلید میں اکثر مسلمان حضرت علیؓ کو مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ہر مشکل کے وقت خدا کے بجائے انہیں پکارتے ہیں اور جو مسلمان انہیں اس فعل سے منع کرتا ہے اسے ''وہابی'' کہتے ہیں۔

قرامطہ نے صوفی بن کر مسلمانوں کو جس حد تک گمراہ کیا' عمل صالح اور جدوجہد

سے بیگانہ بنایا' اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ''نَادِ عَلِیًّا'' سے دنیا جہان کی تاثیر منسوب کر دی۔ میں اپنے دل پر جبر کر کے' بلکہ پتھر کی سل رکھ کر'' جواہر غیبی'' سے ان کلمات کے خواص نقل کرتا ہوں:

''خواص این کلمات بسیار است

۱) اگر مسحور ہفت بار بر آب چاہ بخواند واز اں غسل کند' سحر باطل شود۔

۲) اگر اوّل ساعت جمعہ چہل وہشت بار بخواند باہر کہ سخن راند' محب او شود۔

۳) اگر از دشمن خوف باشد ہر روز ہفتاد بار بخواند دشمن مقہور شود۔

۴) برائے اخلاصِ محبوس ہر روز شصت بار بخواند۔

۵) برائے حصول دولت ہر بامداد صد بار بخواند

۶) برائے رویت آنحضرت صلعم ہر شب سہ ہزار بار بخواند۔

۷) برائے کشف کنوز و اسرارِ غیب چہل روز' ہر روز و شصت و ہفت بار خواند۔

۸) برائے تحصیل علوم ہر روز ہفتاد بار خواند۔

۹) برائے بغض و عداوت میان دو شخص بست بار بخواند۔

۱۰) برائے تحصیل مرادات ہر روز بست و چہار بار بخواند'' (ص ۶۴۱ و ۶۴۲)

بخوفِ طوالت صرف انہی خواص پر اکتفا کرتا ہوں۔ کتاب میں اسی قدر خواص اور بھی مرقوم ہیں۔ ان خواص پر تنقید کی بجائے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسی قسم کے تصوف نے مسلمانوں کو قوّتِ عمل سے محروم کر دیا۔ یہ سوال خارج از بحث ہے کہ ان کلمات میں یہ تاثیر کہاں سے ثابت ہے' کیونکہ اس قسم کے اسرار و رموز فہم انسانی سے بالاتر ہیں۔

ایک بات اور عرض کروں کہ اس روایت کے واضع نے کمال دانائی سے حضرت علیؓ کا مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ سے بڑھا دیا اور واضع کا اصلی مقصد یہی تھا کہ مرکز توجہ حضور انور ﷺ کی جانب سے ہٹ کر حضرت علیؓ کی طرف منتقل ہو جائے' نہ اللہ سے تعلق باقی رہے نہ رسول اللہ سے۔

یہ ایک روایت ہے ان صدہا روایات لایعنی میں سے جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد میں شرک کی آمیزش کر دی اور قرامطہ نے یہ کارنامہ تصوف کا لبادہ اوڑھ کر انجام

دیا۔عوام جب ان کی مجلسوں میں جاتے تھے تو یہ لوگ پہلے ان کو اپنے ظاہری تقدس سے مسحور کرتے تھے، پھر ان کے عقائد کو غیر اسلامی تصوف کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔

نظر اُن کی رہی مجلس میں بس حشو و زوائد پر
گرائیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر (۱۷)

اگر تصوف اسی بات کا نام ہے کہ مسلمان خدا پرستی کے بجائے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو جائے تو ایسے تصوف سے ہر سچا مسلمان ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرے گا۔

قرامطہ نے فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، مثنوی مولانا روم، احیاء العلوم اور دوسری مشہور کتابوں میں اپنی طرف سے عبارتیں اور اشعار داخل کر دیئے، بلکہ بہت سی کتابیں خود لکھ کر بعض بزرگوں کے نام سے منسوب کر دیں۔ مثلاً ایک دیوان حضرت علیؓ سے منسوب کر دیا۔ بہت سی رباعیات مختلف صوفیوں سے منسوب کر دیں، مثلاً یہ مشہور رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے منسوب کر دی ع

شاہ است حسینؓ بادشاہ ہست حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ ہست حسینؓ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؓ

قرامطہ نے بہت سی غزلیں مولانا روم کے دیوان میں شامل کر دیں جس کا نام دیوان شمس تبریز ہے۔ایک غزل کے چند اشعار ذیل میں درج کرتا ہوں:

شاہے کہ ولی بود و وصی بود علی بود — سلطانِ سخا و کرم و جود علی بود
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن — ہم موعد و ہم وعدہ و موعود علی بود
گویند ملک ساجد و مسجود بُد آدم — از من بشنو ساجد و مسجود علی بود

---

۱۷) اکبر الہ آبادی کا شعر ہے:
نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر — گرائیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر
میں نے اپنے مطلب کو واضح کرنے کے لئے اس میں تصرف کر دیا ہے۔

ہم آدم وہم شیث وہم ایوب وہم ادریس — ہم یوسف وہم یونس وہم ہود علی بود
جبریل کہ آمد ز بر خالق بیچوں — درپیش محمدؐ شد و مقصود علی بود
این کفر نباشد سخن کفر نہ این است — تا ہست علی باشد و تا بود علی بود

مرشد رومیؒ ہرگز یہ غزل نہیں لکھ سکتے تھے، کیونکہ دوسرے شعر کا پہلا مصرع بحوائے نص قرآنی ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات پر شاہد ہے اور کوئی مسلمان اس نص کو غیر اللہ کی ذات پر منطبق کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جو حضرت علیؓ کو خدا یا خدا کا اوتار سمجھتا ہے۔ اور عبداللہ بن سباء کی اور اس کے متبعین القداح اور قرمط کی تعلیم کا سنگ بنیاد ہی الوہیتِ علیؓ کا عقیدہ ہے، لہٰذا یہ غزل انہی کے پیرو لکھ سکتے ہیں۔ چند اشعار اور بھی درج کرتا ہوں ع

اوّل و آخر توئی ظاہر و باطن توئی — مفخر عالم توئی شاہ سلام علیک
با حیدر خود حیدرم بیروں زحیدر کافرم — حق را بحق من عرف از شاہ مرداں یافتم
اے رہنمائے مومناں، اللہ مولانا علیؓ — اے عیب پوش وغیب داں، اللہ مولانا علیؓ
قاضی و شیخ ومحتسب دارد بدل بغض علیؓ — ہر سہ شدند از دیں بری اللہ مولانا علیؓ

مرشد رومیؒ یہ اشعار ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے، کیونکہ عیب پوش اور غیب دان، یہ اللہ کی صفات ہیں نہ کہ حضرت علیؓ کی۔

دیوان شمس تبریز پر جلال ہمائی نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں ان اشعار کو الحاقی قرار دیا ہے (دیکھو مقدمہ صفحہ ۶۷، دیوان شمس تبریز، مطبوعہ طہران ۱۳۳۵ شمسی)

خواجہ اجمیریؒ یا مرشد رومیؒ کی سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے کیا حقیقت ہے! قرامطہ اور ان کے ہم خیالوں نے تو اس قدر جسارت کی کہ اپنے مزعومات باطلہ احادیثِ نبویؐ کے لباس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کردیئے۔ منجملہ ان کے یہ حدیث ہے جو ترمذی میں بھی موجود ہے:

((اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ —— یا —— اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا))

شیخ الاسلام آیۃ من آیات اللہ مجاہد اعظم حضرت سیدی وشیخی ومولوی سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز مکتوب ۵۷ میں صفحہ ۱۷۹ و ۱۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

''یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت کا ذکر کرنے والے اس کی تصحیح فرماتے ہیں''۔

''ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد کلام کیا ہے کہ بعض علماء نے یہ حدیث شریک تابعی سے روایت کی ہے' مگر علمائے حدیث اس کو ثقات میں سے نہیں پہچانتے۔ سوائے شریک کے' علامہ ابن جوزی نے موضوعات میں اس کے جملہ طرق پر یقین کے ساتھ باطل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ایک جماعت محدثین کی اس کے موضوع ہونے کی قائل ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین صاف فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں ہے۔ طاہر پٹنی بھی اس کی صحت کا انکار کیا ہے.....امام العصر (مولانا انور شاہ صاحب بھی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں فرماتے'' (حاشیہ از مولنا نجم الدین صاحب اصلاحی' مرتب مکتوبات شیخ الاسلام) (ماخوذ از مکتوبات شیخ الاسلام' حصہ اول' اردو بک سٹال لاہور)

صوفیہ کے اشعار میں تدسیس اور الحاق کی وبا اس قدر عام ہو چکی تھی کہ جب مولانا جامیؒ بغداد آئے تو ان دنوں وہاں روافض کا ہجوم تھا۔ انہوں نے مولانا کی کتاب ''سلسلۃ الذہب'' پر چند اعتراضات کیے تھے۔ ایک رافضی نے حضرت علیؓ کی شان میں چند مبالغہ آمیز اشعار لکھ کر مولانا سے منسوب کر دیئے۔

ایک دن جامع مسجد بغداد میں مجلس مناظرہ قائم ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ روافض اپنے اعتراضات پیش کریں گے' مگر پہلے ان اشعار پر اعتراض ہوا جو ایک رافضی نے مولانا سے منسوب کر دیئے تھے۔ سنّی علماء نے ان اشعار پر اعتراض کیا۔

اس داستان کی تفصیل کے لئے دیکھو حیات جامیؒ مؤلفہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت' مطبوعہ طہران' صفحہ ۸۳۔

مجھے اس واقعہ سے صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ اسمٰعیلیہ قرامطہ اور روافض کا یہ محبوب مشغلہ تھا کہ وہ صوفی شعراء کے کلام میں حضرت علیؓ کی شان میں ایسے مبالغہ آمیز اشعار جن سے الوہیت علی پر استدلال ہو سکے اپنی طرف سے شامل کر دیا کرتے تھے۔

اگر یہ سوال ہو کہ انہیں اس کی جرأت کیسے ہوتی تھی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام

صوفی سلسلے اور تمام صوفی افراد بلا استثناء واحد حضرت علیؓ کو نہایت مکرم، محترم اور لائق توقیر سمجھتے ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ سلاسل اربعہ میں سے تین سلسلے حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا صوفی شعراء نے جہاں خلفائے ثلاثہؓ کی منقبت میں زورِ قلم صرف کیا ہے وہاں حضرت علیؓ کی منقبت میں بھی اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے روافض اور قرامطہ کو مبالغہ آمیز اشعار شامل کلام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ سکتی تھی۔ فرض کیجئے کہ مولانا جامی نے اکیس اشعار کی ایک نظم حضرت علیؓ کی شان میں لکھی تو اگر کوئی شخص دو یا تین ایسے شعر جن میں حضرت علیؓ کو خدا بنا دیا گیا ہو، اس نظم میں چپکے سے شامل کر دے (اور اسی کو تدسیس کہتے ہیں) تو کیا دشواری لاحق ہو سکتی ہے؟

قرامطہ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جہاں اور ہتھکنڈے استعمال کئے وہاں یہ حربہ بھی استعمال کیا کہ اپنی مجلسوں میں مسلسل اس گمراہ کن عقیدے کی تبلیغ کی کہ "شریعت اور طریقت دو جداگانہ چیزیں ہیں، اور جب ایک شخص طریقت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لئے شریعت کی پابندی لازمی نہیں رہتی۔ جی چاہے پابندی کرے، جی چاہے نہ کرے"۔

ملوکیت نے دین اور دنیا میں تفریق تو پہلے ہی سے قائم کر دی تھی اور اس غیر اسلامی تعلیم نے مسلمانوں کی اجتماعی، اخلاقی اور دینی زندگی کو تباہ کر دیا تھا، رہی سہی کسر اس غیر اسلامی تصوف نے پوری کر دی، کیونکہ شریعت اور طریقت کی تفریق سے اباحتِ مطلقہ کا دروازہ کھل گیا اور مسلمانوں کی روحانی زندگی ختم ہو کر رہ گئی۔

قرامطہ کو اس تفریق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ اگرچہ انہوں نے مصلحتاً تصوف کا لبادہ اوڑھ لیا تھا مگر دل تو بدستور غیر اسلامی تھا۔ اسلئے انہوں نے اس "نکتہ معرفت" کو شد و مد کے ساتھ پیش کیا تا کہ کوئی شخص ان پر عدم پابندیٔ شرع کا الزام عائد نہ کر سکے۔ علاوہ بریں ان جعلی صوفیوں کے حاشیہ نشینوں نے عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ نمازِ پنج گانہ تو عوام کے لئے ہے، یہ حضرات تو ہر وقت نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں قلندری اور ملامتی درویشوں کی جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ ان دونوں جماعتوں کے افراد پابندیٔ شریعت سے آزاد رہتے

تھے بلکہ اس آزادی میں فخر محسوس کرتے تھے اور تحقیر شریعت کو اپنے لئے طغرائے امتیاز بناتے تھے۔

قلندروں کی جماعت نے سیاحت اور صحرا نوردی کو اپنا شعار بنا لیا' کیونکہ اس طرح سیر و تفریح کے مواقع بھی بآسانی میسر آسکتے تھے اور جدو جہد کے بغیر زندگی بسر ہو سکتی تھی' یعنی جس شہر میں پہنچے وہاں کے مسلمانوں پر اپنے تقدس (ترکِ دنیا) کا سکہ جما کر اعلیٰ درجہ کی ضیافت کا انتظام کر لیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بالکل تباہ ہو گئے۔ بخوافِ طوالت' تفصیل سے اجتناب کرتا ہوں۔

رہے ملامتی فرقے کے لوگ تو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضعف پہنچایا کیونکہ دین کی بنیاد ہی منہدم کر دی۔ انہوں نے ہر اس فعل کا ارتکاب کیا جس کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔ قرامطہ نے ان کو یہ نکتہ عجیبہ جیسے ابلیسی ذہانت کا شاہکار کہنا زیادہ مناسب ہوگا' سمجھایا کہ:

۱) تصوف کا مقصود ہے نفس امارہ کو مغلوب کرنا۔
۲) اس کے مغلوب کرنے کا ایک طریقہ اس کی تذلیل بھی ہے۔
۳) اس لئے ایسے کام کرو جن کی وجہ سے لوگ تمہیں برا کہیں۔
۴) جب لوگ تمہیں برا سمجھیں گے' گالیاں دیں گے' دین اسلام سے خارج کر دیں گے' تمہارا سوشل بائیکاٹ کریں گے تو یقیناً نفس امارہ' نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو جائے گا۔

چونکہ اتباع شریعت نفس پر گراں ہے اس لئے یہ ''ملامتی طریقہ'' بہت جلد مقبول ہو گیا اور آج بھی ہندو پاکستان کے مختلف شہروں میں آپ کو ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو:

۱) علانیہ شریعت اور طریقت میں تفریق کرتے ہیں اور پیر ہونے کے باوجود نہ نماز پڑھتے ہیں' نہ روزہ رکھتے ہیں' نہ اتباع شریعت کرتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ صرف یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اب ہم روحانیت کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں یہ رسوم ظاہری بے کار ہو جاتی ہیں اور اپنے زعم باطل کی تائید میں یہ آیت پیش کر دیتے ہیں: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾ یعنی ''اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کر جب

تک تجھ میں یقین کی کیفیت پیدا نہ ہو''۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے اندر یقین پیدا ہو چکا ہے اس لئے اب ہمیں عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ افضل الرسل' خیر البشر' سرکار دو عالم ﷺ آخر وقت تک نماز پڑھتے رہے!

۲) درویشی کے پردے میں منہیات کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسی لئے تو شراب پیتے ہیں کہ لوگ ہمیں برا سمجھیں اور اس طرح ہمارا نفس مردہ ہو جائے جو مقصود اسلام ہے۔

یہ ''بے شرع'' اور ''خلاف شرع'' صوفی جو در اصل ملاحدہ اور زنادقہ کی جماعت کے دو افراد ہیں' پانچویں صدی سے دنیائے اسلام میں اپنی فتنہ پردازی اور شرارت انگیزی میں مصروف ہیں۔ میں صرف ایک شخص کا ذکر کروں گا جس کا نام مادھو لال حسین ہے۔ یہ شخص اکبر کے عہد میں لاہور میں رہتا تھا۔ ایک طرف اپنے اشعار میں خالص توحید اور عشق الٰہی کا درس دیتا تھا' دوسری طرف ایک کھتری بچہ مادھو کے عشق میں گرفتار تھا اور بلا تامل خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتا تھا۔

ملامتی فرقے کے درویش لاہور کے علاوہ دلی میں بھی تھے۔ اسی لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

''جو صوفی شریعت اور طریقت میں فرق کرتا ہے' وہ صوفی نہیں ہے بلکہ فرقۂ باطنیہ سے تعلق رکھتا ہے''۔

میرا خیال ہے کہ میں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کافی سے زیادہ شواہد پیش کر دیئے ہیں کہ بلاشبہ:

۱) مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف بھی پیدا ہوا جسے ہم ایرانی یا عجمی تصوف بھی کہہ سکتے ہیں اور اس تصوف کو اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے' کیونکہ اس کی بنیادی تعلیمات اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں جیسا کہ مہدی توحیدی پور نے ''نفحات الانفس'' کے عنوان میں لکھا ہے:

''زیرا اصول طریقت تصوف در بسیارے موارد با قوانین دین مبین اسلام معارض است''

''اور اس میں کیا شک ہے کہ ایرانی تصوف' اکثر موارد میں دین مبین اسلام کے قوانین کی ضد ہے۔ اسلام خدا پرستی سکھاتا ہے اور یہ غیر اسلامی یا ایرانی تصوف انسان پرستی کا سب سے بڑا علم بردار ہے''۔

۲) اس غیر اسلامی تصوف کا بیج قرامطہ نے بویا۔انہوں نے اپنے مقاصدِ مشئومہ اور عقائد مذمومہ کی تبلیغ کے لئے تصوف کو آلۂ کار بنایا اور صوفیوں کے لباس میں بے شمار مسلمانوں کو گمراہ کر دیا۔

بطور تائید مزید مقدمہ شرح گلشن راز نوشتہ آقائے کیوان سمیعی (شیعہ اثنا عشری) سے چند اقتباسات کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں:

''صوفیوں میں حلول واتحاد کے غیر اسلامی عقائد کی اشاعت کا ظاہری سبب یہ ہے کہ مسلمانوں میں فرقِ ضالہ کے پیروؤں نے اپنے مقاصد پلید کی اشاعت کے لئے۔ اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کیا۔ ان لوگوں کی صورت تو صوفیانہ تھی مگر سیرت صوفیانہ نہیں تھی۔ ان لوگوں نے اپنے غلط عقائد صوفیوں میں شائع کر دیئے تھے۔ اور چونکہ عامۃ الناس ان میں اور سچے صوفیوں میں فرق نہ کر سکے (اور کر بھی کیسے سکتے تھے؟) اس لئے فرقِ مذکورہ کے معتقدات کو صوفیوں کے معتقدات سے مخلوط اور منسوب کر دیا۔ چنانچہ شمس الدین محمد سخاوی اپنی تصنیف ''الضوء اللامع'' میں دربارۂ فضل اللہ استرآبادی (جو باطنی بھی تھا اور مذہب اتحاد کا بھی معتقد تھا اور فرقۂ حروفیہ کا بانی بھی تھا) لکھتا ہے: ''وے بلباسِ درویشاں درآمد خود را ازاں طائفہ معرفی کرد''۔ وہ درویشوں کے لباس میں ظاہر ہوا اور اپنے آپ کو اسی گروہ سے وابستہ کر کے ایک صوفی کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کے باوجود تعطیل احکام شرعیہ و اباحتِ محرمات و ترک مفترضات کا حکم دیا''۔ (الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع' ج ۶' ص ۱۷۶)''

پروفیسر ای جے ڈبلیو گب اپنی تاریخ شعر ترکان عثمانی کے صفحہ ۳۳۸ پر لکھتا ہے:

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ دعاۃ مذہب بدع وضلال نے اشتباہ کاری اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے عوام کے حسنِ ظن کو مدنظر رکھ کر

باطل عقائد رکھنے والے صوفیہ سے استفادہ کیا ہے اور اپنے آپ کو انہی سے وابستہ ظاہر کیا ہے۔"

چنانچہ نظام الملک طوسی کا قاتل جو دراصل فرقہ اسمٰعیلیہ سے تعلق رکھتا تھا' صوفیہ کے لباس میں ظاہر ہوا تھا (اس نے صوفی بن کر طوسی کا قرب حاصل کیا اور موقع پا کر اسے قتل کر دیا) اسی طرح باطنیہ فرقے کے دو آدمی صوفی بن کر شاہ عباس صفوی کے پاس آئے اور اسے مذہب امامیہ سے منحرف کرنے کی کوشش کی تھی۔

فرقہ اسمٰعیلیہ میں وہ طائفہ جو حشاشین کے نام سے بدنام ہے' اس کے افراد بھی ہمیشہ صوفیوں ہی کے لباس میں ظاہر ہوتے تھے۔ اور جب وہ صوفیہ کے عقائد بیان کرتے تھے تو اپنے عقائد بھی شامل کر دیتے تھے اور اسی طرح عقیدۂ شخصی عقیدۂ صوفیہ بن جاتا تھا۔ چنانچہ متاخرین ان کے ایسے اقوال کی تاویل کرتے تھے۔ مثلاً شیخ عزیز نسفی اس بات کا قائل ہے کہ مرد عارف کی روح اس کی وفات کے بعد کاملین کے بدن میں داخل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ عقیدہ بالکل عقیدۂ تناسخ کا ہم معنی ہے مگر ایک صوفی سے منسوب ہے' اس لئے ملّا ہادی سبزواری نے اپنی تصنیف اسرار الحکم' جلد اوّل' صفحہ ۲۴۸ میں شیخ مذکور کے اس قول کی تاویل کی ہے اور اس کے غیر اسلامی عقیدے کا نام "تناسخ مجازی" رکھ کر شیخ مذکور کی برأت کی کوشش کی ہے' حالانکہ یہ عقیدہ صریحاً "تناسخ ارواح" کا عقیدہ ہے جو کفر ہے۔

(ماخوذ و مقتبس از مقدمہ گلشن راز نوشتہ کیوان سمیعی شیعی' مطبوعہ چاپ خانہ حیدری از انتشارات کتابخانۂ محمودی طہران ۱۳۳۷ شمسی' صفحہ ۳۸ و ۳۹)

یہ ایک شیعہ عالم کی عبارت ہے جس پر کسی تبصرے یا حاشیے کی ضرورت نہیں ہے اور میرے مدعا کو بخوبی ثابت کرتی ہے۔

اس کے بعد میں علامہ ابنِ خلدون کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ وہ اپنی تاریخ کے شہرۂ آفاق مقدمے میں یوں رقم طراز ہیں:

"صوفیائے متقدمین کے روابط ان غلاۃ اسمٰعیلی شیعوں سے استوار ہو گئے جو حلول اور الوہیت ائمہ کے قائل تھے۔ ابتدائی دور کے اسمٰعیلیہ ان عقائد سے

آ گاہ نہ تھے۔ بہر حال اسمٰعیلیہ اور صوفیہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے عقائد سے متاثر ہوئے اور ان کے نظریات وعقائد آپس میں مدغم ہو گئے۔ چنانچہ صوفیہ کے یہاں بھی ''قطب'' کا نظریہ پیدا ہو گیا جس کا مطلب ہے سیّد العارفین یا تمام عرفاء کا سرتاج۔ صوفیہ نے یہ فرض کر لیا (بلا دلیل) کہ کوئی صوفی معرفت کے لحاظ سے قطب کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک خدا اس قطب کو وفات نہ دے۔ ہاں اس کی وفات کے بعد خدا اس کا مقام اس کے جانشین کو عطا کر دیتا ہے (یہ عقیدہ اسمٰعیلیہ کے عقیدۂ امامت سے مشابہ ہے کہ جب ایک امام مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جانشین میں منتقل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اسے الوہیت اور معصومیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے امام کی زندگی میں دوسرا شخص امامت کے مرتبے پر فائز نہیں ہو سکتا'')

چنانچہ مشہور فلسفی ابنِ سینا نے (جو باطنی تھا) اپنی تصنیف ''کتاب الاشارات'' میں اس نظریئے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''یہ صداقتِ عظمٰی (حقانیت کبریٰ) اس قدر رفیع الشان ہے کہ ہر طالب کو حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ شخص اس مرتبے پر فائز ہو سکتا ہے۔''

(تفصیل کے لئے دیکھو ''کتاب الاشارات والتنبیہات'' النمط التاسع)

واضح ہو کہ اقطاب کے تسلسل کا نظریہ نہ شریعت سے ثابت ہو سکتا ہے نہ دلائل عقلیہ سے۔ یہ محض ایک استعارہ ہے اور غلاۃ شیعہ کے نظریۂ امامت سے مطابقت رکھتا ہے جس کی رو سے ایک امام کی وفات کے بعد اس کا فرزند امامت کو بھی ترکے یا ورثے میں حاصل کر لیتا ہے (جس طرح جائیداد منتقل ہوتی ہے امامت بھی منتقل ہو جاتی ہے) بلاشبہ صوفیوں نے یہ تصور غلاۃ شیعہ سے حاصل کیا ہے۔

علاوہ ازیں جس طرح باطنیہ امام کے بعد نقباء کا وجود تسلیم کرتے ہیں اسی طرح صوفیہ قطب کے بعد اولیاء کا وجود تسلیم کرتے ہیں جن کا مرتبہ قطب کے بعد ہے۔ چنانچہ شیعہ کے ساتھ ان کے عقائد کی مماثلت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے خرقہ پوشی کے لئے مشائخ کا سلسلہ مرتب کیا تو اسے

حضرت علیؓ تک پہنچا دیا۔ یقیناً یہ بات انہوں نے شیعوں کے زیر اثر آ کر کی' کیونکہ جو صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قرب رکھتے تھے' ان میں حضرت علیؓ کو کسی مخصوص عمل کی بناء پر یا لباس کی بناء پر کوئی درجۂ اختصاص حاصل نہیں تھا۔

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ متقی اور زاہد تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی خاص مذہبی عمل کی وجہ سے دوسروں سے متمیز نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر صحابہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل تھا وہ سب کے سب مذہب' پرہیزگاری' زہد و ورع اور مجاہدانہ زندگی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اس بات کا ثبوت ان کی زندگی اور تاریخ دونوں سے مل سکتا ہے۔ بلاشبہ اس قسم کے قصوں سے شیعہ مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بعض مخصوص صفات کی وجہ سے دیگر صحابہؓ کے مقابلے میں امتیازی شان حاصل ہے''۔

(مقتبس از مقدمۂ ابن خلدون' باب ششم' فصل شانزدہم' انگریزی ترجمہ جلد سوم' صفحہ ۹۲ تا ۹۳' مطبوعہ نیویارک ۱۹۵۸ء)

اپنے دعوے کی مزید تائید کے لئے میں تصوف کی کتابوں سے وہ غیر مستند اور غیر معتبر اور باطل روایات ذیل میں درج کرتا ہوں جو دشمنان اسلام نے ان کتابوں میں اپنی طرف سے وضع کر کے داخل کر دی ہیں۔ اور ان تحریفات کی مثالیں بھی درج کروں گا جو انہوں نے کتب تصوف میں کی ہیں۔ اس کے بعد ان غیر اسلامی عقائد کی نشان دہی کروں گا جو دین سے ناواقف مسلمان صوفیوں میں مقبول ہو گئے ہیں۔